سلسلہ مطبوعات (۵۲)

غلبۂ دین اور اُسکے اجتماعی تقاضے

مولانا مختار حسن

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غلبہ دین اور اس کے اجتماعی تقاضے

مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار ممتاز صاحب فکر عالم دین مولانا محمد مختار حسن صاحب نے دارالعلوم ختم نبوت گوجرانوالہ میں منعقدہ قومی سیمینار مورخہ ۱۱۔۱۲ اور ۱۳ ستمبر ۱۹۹۸ء میں کیا جس کو جناب محمود احمد نے قلمبند کیا اور مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب نے تحقیق و اضافہ کے ساتھ مرتب و مدون کیا۔ (ادارہ)

معزز سامعین!

اسلام کوئی انفرادی اور رہبانی تحریک نہیں ہے۔ جس کا تعلق فقط چند اونچے درجے کے انسانوں کے ساتھ ہو بلکہ یہ ایک اجتماعی تحریک ہے جس کا تعلق ساری انسانیت کے ساتھ ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم انسانیت کی ترقی کیلئے ایک صالح فکر پیش کرتا ہے جس میں انسانیت کے سب پہلو آجاتے ہیں۔ اس کے ذریعے انسانی سوسائٹی کی معاشی اصلاح بھی ہوتی ہے اور میعادی (اخروی) تیاری بھی۔(۱)

حضرۃ امام غزالیؒ اسلام کو ''نظام تربیت'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس طرح ایک مریض کو ڈاکٹر یا حکیم کچھ دواؤں اور غذاؤں کے کھانے اور کچھ سے پرہیز کا حکم دیتا ہے کہ اس سے مقصود ''صحت'' کا حصول ہوتا ہے۔ اگر انسان اس شیڈول پر عمل کرے گا تو روبہ صحت ہوگا اور ترقی کرے گا اور اگر وہ اس شیڈول پر عمل نہیں کرے گا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کا جسم امراض سے بھر جائے گا۔(۲)

دین کا مقصد شاہ ولی اللہؒ کی نظر میں:

حضرۃ امام شاہ ولی اللہؒ ان نتائج کو جو دین کے اس نظام تربیت سے حاصل ہوتے ہیں

''اخلاق اربعہ'' (چار بنیادی اخلاق) سے تعبیر کرتے ہیں۔ آپ کے نزدیک تمام ادیان اور تمام بنیادی سچائیوں کا مقصد بھی انسانیت کے اندر یہی چار بنیادی اخلاق (طہارت، اخبات، سماحت اور عدالت) پیدا کرنا ہے۔ (۳) ان اخلاق سے آگاہی کیلئے ''شعور و آگہی'' کے متعلقہ باب کا مطالعہ مفید ہوگا۔

پھر شاہ صاحب کے نزدیک صرف علم حاصل کرنے اور جان لینے کی بنیاد پر انسان کے اندر اخلاق اور خوبیاں پیدا نہیں ہو جاتیں بلکہ یہ ماحول اور تربیت سے پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا اسلام جب انسانوں کے اندر بنیادی طور پر اخلاق پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ یقیناً معاشرے کے اندر اپنے اس نظام تربیت کو غالب کرے گا اور اس کو قائم رکھنے کا مومن جماعت سے تقاضا کرے گا تا کہ اس کا ماحول پیدا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی تمام مخلوق سے انتہائی محبت ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''الخلق عیال اللہ'' (الحدیث) یعنی ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ وہ ہے جو اس کے کنبے کی خیر خواہی کرے۔ (۵)

تو اس حوالہ سے بھی خدا سے محبت کے دعویدار ایمان والوں کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ دین کو معاشرے میں غالب کریں، بین الاقوامی سطح پر عدل کی سوسائٹی پیدا کریں کہ جس کے نتیجے میں انسانوں کے اندر اعلیٰ خوبیاں پیدا ہوں تا کہ وہ اللہ کے مقرب و محبوب بن جائیں اور دنیاوی اور اخروی کامیابی حاصل کریں۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرمؐ کو شاہد (گواہ) مبشر (خوشخبری دینے والا) نذیر (خبردار کرنے والا) بنا کر بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں خدا کی محبت ہے انہیں ایک استاد کی ضرورت ہے جو انہیں بتائے کہ محبت کیسے کی جاتی ہے اور خدا کی محبت کے دعویٰ سے انسانوں کی خدمت کس طرح ہونی چاہیئے۔ (۶)

کبھی یہ ہوتا ہے کہ انسانی معاشرے پر شر پسند عناصر کا غلبہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے ذاتی

اور گروہی مفادات کو حاصل کرنے کیلئے انسانیت پر جبر اور استحصال کا نظام مسلط کر دیتے ہیں یوں دنیا انسانیت کیلئے بداخلاقی کا گہوارہ اور جہنم کدہ بن جاتی ہے اور ظلم عام ہو جاتا ہے جس سے تمام انسانیت تڑپ اٹھتی ہے۔

جب بھی انسانیت پر یہ صورتحال آئی اللہ کے پیغمبر اور ایمان والی جماعت معاشرے میں ظالم طبقے کو شکست دے کر اس کی اجارہ داری ختم کرتی ہے اور اس کے نظام کو تبدیل کر کے ایک مکمل سیاسی، معاشرتی، معاشی اور سماجی و تعلیمی نظام قائم کرتی ہے تا کہ اس کے نتیجے میں انسانوں کے اندر اعلیٰ انسانی اخلاق و اوصاف پیدا ہوں اور سماجی عدل قائم ہو۔

اسلام جو کہ تمام مذاہب اور فلسفوں کا ترقی یافتہ نعم البدل ہے اسی اعلیٰ مقصد کے حصول کیلئے اپنا غلبہ قائم کرنے کا تصور دیتا ہے۔ چنانچہ اس مشن کی حامل اجتماعیت کی بابت فرمان الٰہی ہے ''تم غالب رہو گے اگر تم مومن ہو'' (۷) اسی طرح حضور اکرم ﷺ کو مبعوث کرنے اور قرآن پاک کے نازل کرنے کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ ''لیظہرہ علی الدین کلہ'' (۸) یعنی جتنے بھی باطل نظریات، فاسد ادیان اور ظالمانہ نظام ہیں جو انسانوں میں بداخلاقی اور ظلم کا ماحول پیدا کر رہے ہیں۔ ان کو تبدیل کر کے دین حق کا ایسا نظام عدل و تربیت قائم کیا جائے جس کے نتیجے میں انسانوں کو دنیاوی و اخروی دونوں قسم کی ترقی حاصل ہو۔

مولانا سندھیؒ نظام عدل کی مغلوبیت کے اثرات کو کچھ اس انداز سے سمجھاتے ہیں کہ جب معاشرے پر زوال آتا ہے تو انسانیت کا اعلیٰ طبقہ جو انسانیت کو ترقی کی طرف لے کر جاتا ہے وہ مفاد پرست اور خودغرض طبقے کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے اور نتیجتاً جس طرح ریت پانی میں بیٹھ جاتی ہے ایسے ہی وہ افراد معاشرے کے اندر بے اثر ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور اپنا کوئی کردار نہیں ادا کر سکتے۔ (۹)

مکمل اور ہمہ گیر تبدیلی کیلئے ضروری ہے کہ ''مفکر'' معاشرے کے اندر اعلیٰ افراد تلاش کر کے، ان کو جمع کرے، ان کی اعلیٰ پیمانے پر تربیت کر کے ان کو معاشرے کا قائد اور حکمراں

بنادے۔ معاشرے کی اس کایا کو تبدیل کرنا اور معاشرے کے اس فاسد اور نااہل طبقہ کو جس نے انسانی معاشرے کو تباہ کر دیا۔ (جس کے بارے میں حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب حکومت ایسے نااہل لوگوں کے سپرد ہو جائے تو وہ قوم تباہ ہو جاتی ہے اس پر قیامت آ جایا کرتی ہے۔) (۱۰) اس نااہل طبقے کو تبدیل کر کے ان اصولوں کو غالب کرنا جو انسانیت کو ترقی دلائیں۔ ان میں اعلیٰ اخلاقیات پیدا کریں کہ نظام مملکت ان اصولوں پر تربیت یافتہ جماعت کے سپرد ہو، دینی انقلاب کہلاتا ہے۔ اس حوالے سے اگر ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں حضور اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور صحابہ کرام کی سیرۃ کو پڑھتے ہیں تو ان کی تمام جدوجہد ہمیں اسی انقلاب کے اردگرد گھومتی نظر آتی ہے نہ صرف یہ بلکہ ہر دور میں انبیاء کرام نے یہی بنیادی کردار ادا کیا ہے کہ معاشرے کے پسے ہوئے مگر باصلاحیت طبقے کی تربیت کر کے غالب کر دیا اور باعزت بنا دیا اور یوں وہ غلط نظام کو تبدیل کر کے صالح نظام قیام عمل میں لائے لہٰذا دین کی اصل روح یہی ہے کہ وہ ہمیشہ غالب رہے۔ اب غلبہ سے اگر صرف استدلال کی قوت اور علمی غلبہ مراد لیا جائے جیسا کہ بعض مفسرین کا خیال ہے (۱۱) تو اس غلبے سے انسانوں کے اندر وہ اخلاق پیدا نہیں ہو سکتے جو دین کا مقصود ٹھہرتے ہیں کیونکہ کتاب کو محض پڑھ لینا یا سمجھ لینا خوبیاں اور اخلاق پیدا کرنے کا سبب نہیں بن سکتا۔ بلکہ اس کا نظام تربیت قائم ہو جانا (جو مکمل غلبہ دین کے ذریعہ وجود میں آتا ہے) ہی انسانوں کے اندر خوبیاں پیدا کر سکتا ہے۔

اسی طرح غلبہ کا مفہوم واضح نہ ہونے کی وجہ سے ایک اور غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ دور اولین سے لے کر آج تک اسلام کا مکمل غلبہ قائم نہیں ہو سکا۔ کیونکہ دنیا میں کفار کی بہت بڑی تعداد ہر دور میں موجود رہی ہے۔ اس لئے تاحال یہود و نصاریٰ اور مجوس و دیگر ادیان باطلہ کے اثرات کی وجہ سے عالمی سطح پر مکمل دینی اور صالح نظام تربیت پیدا نہیں ہو سکا۔ لہٰذا قرب قیامت میں ہی دین غالب ہوگا۔ جبکہ حقیقت میں دین اسلام تو قیامت تک تمام زمانوں میں پوری انسانیت کی فلاح کیلئے آیا ہے۔ اس کے غلبہ کو صرف قرب قیامت کے عہد سے منسلک کرنا تو کسی طور درست نہیں۔

اسی لئے حضرۃ امام شاہ ولی اللہؒ اسلام کے تمام ادیان پر غلبہ کا مفہوم اس کا سیاسی، معاشی، معاشرتی، تعلیمی اور مکمل نظام کا غلبہ مراد لیتے ہیں نہ کہ دنیا سے کفار کا خاتمہ۔ نیز آپ کے نزدیک یہ غلبہ حضور اکرمؐ اور جماعت صحابہ کے ذریعے اولین دور میں قائم ہو چکا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں

''اس زمانے میں زمین کی حکومت دو بادشاہوں کے درمیان بٹی ہوئی تھی جو بہت شان وشوکت والے تھے۔ ا۔ کسریٰ ایران۔ ۲۔ قیصر روم۔ ان دونوں بادشاہوں کے دین دوسرے دینوں پر غالب تھے اور ان دونوں دینوں کا اباحت (خواہش پرستی) کی طرف میلان تھا اور عقیدہ ارجاء (صالح کردار کی اہمیت سے لاپرواہی کا نظریہ) دونوں پر غالب تھا۔ خود کسریٰ اور قیصر بھی ان دینوں کے حامی تھے اور ان کے امراء اس قاعدے کے مطابق کہ ''الناس علی دین ملوکھم'' (لوگ اپنے حکمرانوں کے نظامِ زندگی پر ہوتے ہیں) اپنی باتوں اور اپنے کاموں میں انہی کی طرف مائل تھے چنانچہ قیصر کے اتباع میں روم، روس، جرمنی، افریقہ، شام، مصر اور حبشہ نصرانیت کے پیرو تھے اور خراسان، توران، ترکستان، زادستان اور باختر وغیرہ کسریٰ کے اتباع میں مجوس تھے اور یہودیت، مشرکوں کا دین، ہندوؤں کا دھرم اور صابیوں کا مذہب ان دونوں بادشاہوں کے دبدبے کے نیچے تھے اور کمزور ہو کر ان کے مطیع ہو چکے تھے، پس ظہور دین اسلام اور کافروں اور قانون شکنوں کو برباد کرنے کے داعیہ نے کسریٰ اور قیصر کی حکومتوں کو برباد کرنے کی شکل اختیار کی کیونکہ جب یہ دونوں حکومتیں برباد ہو جائیں گی سب سے بڑے اور سب سے مشہور دین شکست کھا جائیں گے۔'' (۱۲) الحاصل دین کا مقصد معاشرے پر باطل قوتوں کا زور توڑ کر ایک ایسا عادلانہ و تربیتی نظام قائم کرنا ہے جس سے انسانیت مادی و روحانی دونوں قسم کی برکات سے مستفید ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجتماعی حیثیت:

لیکن یہ غلبہ صالح جماعت اور اجتماعیت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ غلبے کیلئے تربیت یافتہ، باشعور جماعت لازمی اور ضروری ہوتی ہے تاریخ انسانیت ایسی شہادت پیش کرنے سے قاصر ہے کہ کوئی نظام بغیر کسی ایسی جماعت کے غالب ہوا ہو۔ اسی لئے حضورﷺ اس کی اہمیت کو آیت

''وکونو مع الصادقین''(۱۳) (سچوں کے ساتھ رہو) کی تشریح کے ذیل میں اجاگر فرماتے ہیں کہ ''جماعت کی پیروی کرنا'' اور جماعتی زندگی میں رہنا لازمی ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

''جو جماعت سے کٹ گیا اکیلا رہ کر جہنم کا مستحق ہو گیا''۔(۱۴)

خواہ وہ کتنی ہی صلاحیت کا مالک کیوں نہ ہو لیکن جب اس کی اجتماعی قوت نہیں رہتی تو جماعت کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں، کیونکہ باطل کی اجتماعی تنظیم اور قوت اس کو ختم کر کے رکھ دے گی۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے دین کا معیار ''ما انا علیه و اصحابی''(۱۵) کو بنایا کہ میں اور میرے صحابہ کی جماعت نمونہ ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے ''محمد رسول اللہ والذین معه'' (۱۶) کہ محمد رسول اللہ اور ان کی جماعت مل کر نمونہ بنتی ہے۔ اس لئے حضورؐ کی سیرت قرآنی اصول اور جماعت صحابہ کے کردار سے مکمل ہوتی ہے۔ لہذا بغیر تربیت یافتہ جماعت کے تبدیلی ممکن نہیں اور قرآن پاک اس جماعت کو انسانوں کیلئے نمونے کے طور پر پیش کرتا ہے اسی حوالے سے مہاجرین اور انصار کا ذکر کیا گیا ہے۔(۱۷)

آج کی فاسد ذہنیت یہ ہے کہ انسانوں کے ذہن سے تبدیلی پیدا کرنے کیلئے تربیت یافتہ باشعور جماعت کے کردار کی اہمیت ختم کر دی جائے انفرادیت کے فتنے کو ہوا دے کر اور شخصیت کو اجاگر کر کے جماعت کے کردار کی اہمیت کو ذہنوں سے اوجھل کر دیا جائے۔ ہر دور میں مستشرقین اور یورپی و امریکی میڈیا نے یہی کوشش کی ہے کہ مسلمانوں کے سامنے تربیت یافتہ جماعت کا اجتماعی کردار نہ آسکے۔ چنانچہ ہر دور میں شخصیات کو ابھارا جاتا ہے جیسے چرچا کیا جاتا ہے کہ یہاں پر کوئی خمینی آنا چاہیئے۔ اسامہ بن لادن آنا چاہیئے۔ یا کوئی محمد بن قاسم جیسا ہو، گویا شخصیات کا تصور قائم کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ صالح اجتماعی کردار ادا کرنے والے افراد کے پیچھے باشعور جماعت ہی اصل قوت ہوا کرتی ہے۔ شخصیت جماعت کے بغیر کچھ نہیں ہوتی۔ حضرت علیؓ سے ان کے دور خلافت میں کسی نے اس کی وجہ دریافت کی کہ پہلے خلفاء کے دور میں ترقی تھی خوشحالی تھی، فتوحات ہو رہی تھیں لیکن آج ہم انتشار کا شکار ہو گئے ہیں، جھگڑے پیدا ہو گئے ہیں

اور امن ختم ہو گیا ہے۔ حضرۃ علیؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرۃ ابو بکرؓ وغیرہ کا دور تھا وہ امیر المومنین تھے اس وقت ہم ان کی جماعت تھے اور ان کے مشیر تھے اس لئے اس وقت بہتر حالات پیدا ہوئے۔ آج تم میرے مشیر ہو میری جماعت ہو اس لئے میں اکیلا کچھ نہیں ہوں گویا جو حالات بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ وہ موجود جماعت ہی کی وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں۔ (۱۸)

گویا ان آیات و آثار میں جماعتی اہمیت کو اجاگر کیا جا رہا ہے اور جماعتی کردار کو پیش کیا جا رہا ہے۔ آج جتنی بھی جماعتیں ہیں وہ باشعور جماعت کی کسی ایک شخصیت کو تو اجاگر کرتی ہیں لیکن جماعت کا انکار کر دیتی ہیں مثلاً لاہور کے ایک ایم بی بی ایس ڈاکٹر صاحب ہی کو دیکھیں وہ اپنی نسبت تو حضرۃ شیخ الہند سے بتکلف جوڑتے ہیں لیکن جس جماعت کی وجہ سے مولانا محمود حسن، شیخ الہند بنے اس کا انکار کرتے ہیں۔ پس جماعت سے علیحدہ کر کے کسی ایک شخصیت کو اجاگر کرنے کا مقصد دراصل اپنی شخصیت کو ملفوف انداز میں منوانا ہوتا ہے۔ اسی لئے کسی اعلیٰ جماعت کی مرکزی شخصیت کو مان کر جماعت کی اہمیت کا انکار ہی وہ مرض ہے جس میں آج کی سوچنے والی انسانیت کو مستشرقین اور ان کے مشرقی ہمنوا مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔

مشاورت کی اجتماعی اہمیت:

پھر اجتماعیت چونکہ ''شوریٰ'' کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی اس لئے جب تک جماعت میں ''اجتماعی ذہنیت'' کام نہ کرے اس وقت تک اس کو جماعت نہیں کہا جا سکتا۔ جماعت نام ہی شورائیت کا ہے۔ اس کے سب ارکان بات کو سمجھتے ہیں، رائے دیتے ہیں اور جب ان کی ایک متفقہ رائے سامنے آتی ہے تو وہ ایک جسم بن جاتے ہیں جس طرح جسم کے مختلف اعضا ایک مرکز پر جمع ہو کر ایک قوت بن جاتے ہیں اسی طرح جماعت اس وقت بنتی ہے جب ان کی فکری اور عملی قوتیں ایک نقطے پر جمع ہو جاتی ہیں اور ایک نقطے پر جمع ہونا شورائیت کی بنیاد پر ہی ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید جماعت حقہ کی بنیادی خصلت ہمیں یہ بتاتا ہے ''وامرھم شوریٰ بینھم'' (۱۹) کہ ان کے معاملات باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں اور پھر دوسری جگہ ارشاد ہے ''وشاورھم فی

الامر" (۲۰) تو اے پیغمبرؐ آپ ان کو اپنے مشورے میں شریک کیجئے۔ آگے ارشاد ہے "فاذا عزمت فتوکل علی اللہ" (۲۱) پس جب مشورہ کے بعد عزم کریں تو اللہ پر توکل کریں"۔

حضرت علیؑ نے حضورﷺ سے پوچھا کہ یہ "عزم" کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا "جماعت کی شوریٰ جو فیصلہ کرتی ہے اس کی پیروی کرنا عزم ہے"۔ (۲۲) تو گویا عزم جماعت کی "اجتماعی پالیسی" کا نام ہے یعنی اس شورائی فیصلے کا نام ہے جس کو امیر نشر کرتا ہے اسی کو قرآن مجید نے عزم قرار دیا ہے۔

مفسر قرآن ابوبکر حصاصؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرتﷺ کیلئے تمام ایسے امور میں جن میں واضح وحی موجود نہیں ہے یعنی ایسے تمام معاشرتی، سماجی اور سیاسی امور میں مشورہ کرنا ضروری تھا"۔ (۲۳) تو مشاورت وہ بنیادی عمل ہے کہ جس کے نتیجے میں جماعت وجود میں آتی ہے اور ایسی جماعت معاشرے میں تبدیلی پیدا کرتی ہے جماعت افراد سے مل کر بنتی ہے جب تک جماعت اپنے افراد کے اندر اعلیٰ صفات پیدا نہ کرے اس وقت تک وہ معاشرے کے اندر ان صفات کو غالب نہیں کر سکتی۔ تبدیلی نظام اسی چیز کا نام ہے کہ ایک جماعت مسلسل تربیت کے ذریعے جو اعلیٰ صفات اپنے اندر پیدا کر لیتی ہے وہ نظام پر جب غالب ہوتی ہے تو پورے معاشرے کے اندر ان صفات کا ماحول پیدا کر دیتی ہے۔ چونکہ مشاورت میں اختلاف آراء ایک ناگزیر اور لازمی امر ہے اس لئے تمام آراء اور جماعتی مقاصد کو ملحوظ خاطر رکھ کر فیصلہ کی ذمہ داری امیر پر ہوتی ہے لہٰذا امیر پر پوری جماعت کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے لازم ہے کہ وہ جمہور اور اکثریت آراء کا خیال رکھتے ہوئے فیصلہ کرے۔ لیکن اکثریتی آراء اور مشوروں کو جماعتی مفاد اور مقاصد کے حصول میں نقصان کا باعث یا رکاوٹ خیال کرے تو ان کو دلائل و براہین سے قائل کرے خواہ اس میں کتنا ہی وقت صرف ہو جائے جیسے حضرت عمر فاروقؓ نے عراق کی سرزمین کی تقسیم کے مسئلہ پر یہ طرز عمل اختیار کیا تھا اور دلائل و جوابی دلائل کا سلسلہ کئی روز جاری رہا۔

انقلابی اجتماعیت کیلئے صحبت صالح کی ضرورت واہمیت:

انقلابی اجتماعیت کیلئے صحبت صالح اور تربیت میں صحبت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس لئے صحابہ کرام کی جماعت کہ جن کا ذکر قرآن مجید ''والذین معہ'' (۲۴) کے عنوان سے کرتا ہے ان کو صحابی کہا جاتا ہے کہ وہ ایک عرصے تک آپ کی صحبت وتربیت میں رہے۔ انہوں نے ہر مشکل اور تکلیف میں حضورؐ کا ساتھ دیا ایک اعلیٰ نصب العین کے حصول کیلئے آپ کے ساتھ مل کر جدوجہد کی اور قربانیاں پیش کیں۔ قرآن مجید ایسے لوگوں کو آپ کی صحبت میں رہنے والے صحابہ کہتا ہے ان کو انسانیت کیلئے نمونہ قرار دیتا ہے۔

جب انسان کوئی اعلیٰ مشن اختیار کرتا ہے تو اس پر کام کرنے کے دو طریقے ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ انسان زندگی کے تجربات سے گزرے اور تکلیفیں اور صعوبتیں برداشت کرے اور پھر ساری زندگی کے تجربات کے نچوڑ کو ایک نقطے پر جمع کرے اور پھر بھی ضروری نہیں کہ وہ اعلیٰ مقصد یا مقام کے حصول کیلئے درست سمت میں گامزن ہو، اور دوسرا طریقہ صحبت کا ہے کہ اعلیٰ شخصیات اور ان کے نظام تربیت میں رہ کر انسان وہ فکر وعمل اور صفات جو صدیوں کے تجربات سے انکو حاصل ہوتی ہیں وہ انہیں صحبت میں رہ کر کچھ عرصہ میں حاصل کرے۔ یاد رہے یہ صحبت شخصیت پرستی سے مختلف ہے کیونکہ جس عالم ربانی کی صحبت اختیار کی جاتی ہے وہ تاریخی تسلسل سے مربوط ایک کڑی ہوا کرتا ہے وہ اپنے اندر ایک باشعور جماعت کی صفات کی نمائندگی اور اس کی ہدایت لئے ہوئے ہوتا ہے اس کے پیچھے اس دور کی تربیت یافتہ جماعت ہوتی ہے کہ جس کا وہ حصہ رہا ہے اور اپنے دور کے مربی اور اس کے ماحول کے ذریعے اس نے تربیت کے سارے مدارج طے کئے ہوتے ہیں اور پھر جب کسی اعلیٰ مشن کیلئے اس کو جماعت کی طرف سے ذمہ داری دی جاتی ہے تو ملا اعلیٰ (عرش الٰہی کی مقدس جماعت) کی ساری قوتیں اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں جب کہ مشہور حدیث ہے ''کہ جس شخص سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں مخلوق کے دل میں اس کی محبت ڈال دیتے ہیں''۔ تو گویا ایک صاحب فکر، ایک مربی کائنات اور حظیرۃ القدس کی ساری قوتوں کا مرکز اور تاریخی تسلسل کے نتیجے

میں جو اعلیٰ صفات جماعت کے اندر پائی جاتی ہیں ان کا نمائندہ ہوتا ہے اور پھر خود اس کی یہاں بھی ایک جماعتی حیثیت ہوتی ہے کہ جو افراد اس کے گرد جمع ہیں اور جو جدوجہد کرتے ہیں ان کا جماعتی سربراہ وہی مربی بنتا ہے۔ پس اس کی صحبت میں رہ کر وہ شعوری تربیت حاصل ہوتی ہے جو صدیوں کے تجربات کا نچوڑ ہوتی ہیں۔ اس لئے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اپنے دادا حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہوں یعنی ان کی نسل کے ساتھ ان کی فکر کا وارث بھی ہوں اور آپ کو امام انبیاء اس لئے قرار دیا گیا کہ آپؐ انبیا کے تاریخی تسلسل کی آخری کڑی ہیں۔ چنانچہ آپ کو جو جماعت ملی وہ آپ کی صحبت میں رہ کر آپ کے اخلاق وصفات کے رنگ میں رنگ گئی۔ یوں وہ کائنات میں اعلیٰ ترین جماعت بن گئی جس نے شایان شان اعلیٰ ترین کردار ادا کیا۔ الحاصل شعوری صحبت صالح انسان کے اندر اعلیٰ خوبیاں پیدا کر کے بہت جلد ترقی کی طرف لے جاتی ہے۔

انقلابی اجتماعیت کی خصوصیات:

پھر اس کے نتیجے میں ایسی جماعت وجود میں آتی ہے جو معاشرے میں ہمہ گیر تبدیلی پیدا کرنا چاہتی ہے اس کی مندرجہ ذیل صفات کا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی سورۃ فتح کی آخری آیت میں تذکرہ فرمایا ہے۔

"**اشداء علی الکفار**" کہ وہ مخالف قوتوں پر انتہائی سخت ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ مخالف قوت کے ساتھ جنگ کرنے اور اس میں موت کو قبول کرنے پر بھی تیار ہوتے ہیں اور وہ اپنے مخالفین کو قوانین کے مطابق سخت سے سخت سزا دینے میں کوئی مداہنت نہیں کرتے، انقلاب و جہاد قطعاً اس چیز کا نام نہیں ہے کہ لاقانونیت قائم کر کے جو بھی سامنے آئے اسے قتل کر دو بلکہ انقلابی جماعت عدل کی بنیاد پر فیصلے کرتی ہے اور بالادست طبقوں کو اتنی سزا دیتی ہے کہ جس قدر انہوں نے ظلم اور زیادتیاں کی ہوتی ہیں۔

اس انقلابی جماعت کی دوسری صفت "**رحماء بینھم**" ہے۔ کہ وہ آپس میں انتہائی مہربان ہوتے ہیں جس طرح والدین اپنی اولاد پر شفقت کرتے ہیں ایسے ہی ان کی آپس میں

شفقت ہوتی ہے جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ حضور اپنی جماعت کے افراد کو اپنے اوپر بھی ترجیح دیتے ہیں اپنے اوپر فاقہ ہے مگر جماعت کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں یہی کیفیت مہاجرین وانصار کی تھی چنانچہ جماعتی ضروریات کیلئے اپنی تمام اشیاء آپ کے سامنے پیش کر دیتے تھے۔اس سے ان کو ایمانی فائدہ پہنچتا تھا۔جس سے ان کے دل میں کوئی کجی پیدا نہیں ہوتی تھی اسی لئے یہ تاریخی دعا بھی سکھائی ''جو اس جماعت کے سابقہ افراد ہیں (جن کے ساتھ تاریخی تسلسل سے مربوط ہیں) اے اللہ ان کیلئے ہمارے دل میں کبھی کوئی کجی (غلط فہمی وغیرہ) پیدا نہ کرنا''۔(۲۵)

تو انقلابی جماعت کے افراد آپس میں انتہائی محبت، شفقت ہمدردی، ایثار اور ایک دوسرے کیلئے انتہائی اعتماد اور بھروسے کا مظاہرہ کرتے ہیں۔اس طرح پھر وہ ایک جسم بنتے ہیں۔

اس سے اگلی صفت کہ ''وہ ہر وقت رکوع اور سجدے میں ہوتے ہیں'' رکوع کس چیز کا نام ہے امام شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ رکوع ذمہ داری کو قبول کرنے کا نام ہے جس طرح جانور اپنی کمر جھکا دیتا ہے کہ جو بوجھ اس کو دیا جائے وہ اس کو اٹھانے کیلئے تیار ہے اسی طرح انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے رکوع کرتا ہے کہ تیرے دین کے غلبے کیلئے جو ذمہ داریاں میرے کندھے پر آئیں گی میں ان کو قبول کرنے کیلئے تیار ہوں اس ذمہ داری اور اس کو قبول کرنے کا احساس ''رکوع'' کہلاتا ہے۔اسی طرح شاہ عبدالعزیزؒ سجدے کی تعریف فرماتے ہیں کہ جب انسان سجدہ کرتا ہے تو پہلا سجدہ اس بات کا نام ہے کہ اگر تیرے دین کے غلبے کیلئے تیرے دین کے استحکام کیلئے میرا یہ سر، میری یہ جان بھی قربان کرنی پڑے تو میں اس کیلئے بھی تیار ہوں اور جب وہ دوسرا سجدا کرتا ہے تو اس بات کا اظہار ہے کہ اپنی جان تو پہلے ہی حاضر کر چکا میں جان کے علاوہ اپنے مال و دولت، دیگر اسباب اور اپنی تمام خواہشات جو بھی ہیں سب قربان کرنے کیلئے تیار ہوں۔(۲۶) اسی لئے قرآن پاک فرماتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے''۔(۲۷) یعنی وہ دین کے غلبے کیلئے جان اور مال کی اعلیٰ قربانی پیش کرتے ہیں اور اللہ کی رضا کی جگہ جنت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

چوتھی خصوصیت اس جماعت کی یہ ہے کہ وہ اللہ کا فضل اور رضا مندی تلاش کرتے ہیں فضل کا یہاں معنی یہ ہے کہ وہ اپنے سماجی فرائض اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ رضا کارانہ طور پر سماج کیلئے تکمیلی کام (اضافی ذمہ داریاں) بھی سرانجام دیتے ہیں۔اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی جماعت اپنے سماجی فرائض اور ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے ساتھ اپنے لئے اضافی ذمہ داریاں بھی قبول کر لیتی ہے تو وہ جماعت انسانیت کی امام بن جاتی ہے یعنی انسانیت کی رہنمائی کیلئے اللہ تعالیٰ ایسی جماعت کو ہی منتخب فرماتے ہیں اور یہی بین الاقوامی قیادت ہے کہ جس کو امام شاہ ولی اللہؒ کے عمرانی فلسفلہ کی اصطلاح میں ارتفاقات کی اعلیٰ ترین شکل قرار دیا گیا ہے اور اس مقدس جماعت کی خصوصیت میں ''طلب رضوان'' کے بارے میں مولانا سندھیؒ فرماتے ہیں کہ انسان کا دل آئینے کی مانند ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی تجلی اس کے قلب پر پڑتی ہے اس سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔اسی کو حضرۃ شاہ صاحب ''اقترابات'' کہتے ہیں یعنی اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کو تربیت یافتہ باشعور جماعت اپنا مقصد بنالیتی ہے اور اسی تجلی الٰہی سے اس کے افراد قرب الٰہی حاصل کرتے ہیں گویا ان کی جدوجہد کا محور ارتفاقات (عمرانی و مادی ترقیات) اور اقترابات (روحانی واخلاقی ترقیات) دونوں کو اعلیٰ درجہ پر قائم کرنا ہے، انسانیت کو معاشرتی یعنی ارتفاقی ترقی دے کر انسانی معاشرے میں ایسا کردار ادا کرنا کہ جس کے نتیجے میں وہ انسانیت کے رہنما اور امام بن جائیں، ان کا انسانیت کی خدمت اور اللہ کی عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے قرب بڑھتا ہے گویا کہ زندگی کے جو دو پہلو ہیں ''ارتفاقات اور اقترابات'' وہ ان دونوں کے جامع ہوتے ہیں صرف ایک شعبے کو ہی اختیار نہیں کرتے ان کے اندر جامعیت ہوتی ہے اسی لئے وہ اللہ کے فضل اور رضا مندی کو تلاش کرتے ہیں۔(۲۸)

حضرۃ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ جماعت حقہ اس مشن یعنی انقلاب کو اپنی ذمہ داری سے قبول کرتی ہے وہ اس کی تلاش میں رہتی ہے اور خود اس کا تقاضا کرتی ہے اور جب کوئی انسان کسی کام کو اپنی ذمہ داری سے شروع کرتا ہے تو وہ اس کو تکمیل تک بھی پہنچاتا ہے اور اس کے لئے ہر

طرح کی قربانی بھی دیتا ہے اس لئے یہ اوصاف ان کی زندگی کا نچوڑ ہیں۔ جب انقلابی جماعت کی یہ صفات ہوں گی تو ان کے چہروں پر سجدوں کے اثرات ہوں گی۔ (القرآن سورۃ الفتح)

سجدہ انتہائی قربانی کا نام ہے اس لئے جب انتہائی قربانی دینے کا جذبہ ان کے اندر موجود ہوتا ہے تو ان کے چہروں پر نور چمکتا ہے اور بلا کی خود اعتمادی ہوتی ہے اور اس کے اثرات ان کے جسموں پر ظاہر ہوتے ہیں کہ وہ اپنے اس اعلیٰ نصب العین کے مقابلہ میں آنے والی دنیا کی ساری قوتوں سے مزاحمت کی ہمت رکھتے ہیں ان کو صرف اور صرف اللہ کا خوف رہتا ہے باطل کا ڈر اور خوف ان کے دلوں سے نکل جاتا ہے، حریت کا حقیقی جذبہ قائم ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں دین کے غلبے کیلئے ہر طرح کی قربانی دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ (۲۹)

جب یہ خصلتیں کسی جماعت میں پیدا ہو جاتی ہیں تو اس جماعت کو ہی اللہ تعالیٰ غلبہ دین کیلئے منتخب فرماتے ہیں اور پھر یہ دین کو غالب کر کے انسانیت کی رہنمائی کا کردار ادا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس جماعت کا حصہ بنائے۔ (آمین)

حوالہ جات

۱۔ مولانا عبیداللہ سندھی، قرآنی شعور انقلاب مکی دارالکتب لاہور ص۴۲۰ تا ۴۲۲

۲۔ امام غزالی، تبلیغ دین، مترجم ادارہ المعارف کراچی ص۸۸ تا ۹۳

۳۔ امام شاہ ولی اللہ دہلوی، ہمعات طبع حیدرآباد سندھ ص۸۹

۴۔ امام شاہ ولی اللہ دہلوی، البدور البازغہ طبع حیدرآباد

۵۔ علامہ محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی، مشکوۃ المصابیح (کراچی) ص۴۲۵

۶۔ قرآنی شعور انقلاب ص۵۴۶

۷۔ سورہ آل عمران: ۱۳۹

۸۔ سورہ الصّف:۹ ، سورۃ الفتح: ۲۸

۹۔ مولانا عبیداللہ سندھی، تفسیر المقام المحمود۳۰، طبع مکی دارالکتب لاہور ص۱۵

۱۰۔ مشکوۃ المصابیح کراچی ص۴۶۹

۱۱۔ قرآنی شعور وانقلاب ص۵۷۹

۱۲۔ امام شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء مقصد اول بحوالہ مذکور ص۵۸۰

۱۳۔ سورۃ التوبہ : ۱۱۹

۱۴۔ مشکوۃ المصابیح لاہور ص۳۱

۱۵۔ مشکوۃ المصابیح لاہور ص۳۱

۱۶۔ سورۃ الفتح : ۲۹

۱۷۔ سورۃ التوبہ : ۱۰۰

۱۸۔ تاریخ اسلام، سیرت سیدنا علی

۱۹۔ سورۃ الشوریٰ آیت : ۳۸

۲۰۔ سورۃ آل عمران آیت : ۱۵۹

۲۱۔ سورۃ آل عمران آیت: ۱۵۹

۲۲۔ قرآنی شعور انقلاب ص۵۸۳

۲۳۔ امام ابوبکر الجصاص الرازی، احکام القران جلد دوم ص۴۱

۲۴۔ سورۃ الفتح آیت ۲۹

۲۵۔ سورۃ الحشر آیت:۱۰

۲۶۔ قرآنی شعور انقلاب ص۵۸۶

۲۷۔ سورۃ التوبہ آیت ۱۱۱

۲۸۔ قرآنی شعور انقلاب ص۵۸۹

۲۹۔ قرآنی شعور انقلاب ص۵۸۹

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے فرمایا

بہت ہو چکا، اب بھی چھوڑ دو، آہ! بہت سو چکے اب بھی چونک اٹھو، بہت گم ہو چکے اب بھی اپنے آپ کو پالو۔ خدا نے تم کو وہ مہلت دی ہے جس سے بڑھ کر آج تک زمین کی کسی مخلوق کو بھی مہلت نہ دی گئی۔ پھر ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے اپنا رشتہ کاٹ لے اور تمہاری جگہ کسی اور کو اپنی چاہتوں کی شہنشاہی اور اپنی محبت کا تاج دے دے۔ جیسا کہ اس نے ہمیشہ کیا ہے۔

''اور تمہارا پروردگار بے پروا اور فیاض ہے اگر وہ چاہے گا تو تم سے اپنا رشتہ کاٹ لے گا اور تمہارے بعد کسی دوسری جماعت کو کھڑا کر دے گا جس طرح کہ خود تم کو دوسروں میں سے اس نے منتخب کیا تھا!''

اگر تم کو اپنا مال و متاع خدا سے زیادہ محبوب ہے کہ اسے نہ دو گے اور اپنی جانوں کو اس کی محبت سے بھی زیادہ پیارا سمجھتے ہو کہ اس کیلئے دکھ میں نہ ڈالو گے اور تمہارے دلوں کی آہیں، تمہارے جگر کی ٹیسیں اور تمہاری آنکھوں کے آنسو، اب اس کے لئے نہیں رہے ہیں بلکہ دوسروں کا مال ہو گئے ہیں تو یقین کرو کہ وہ بھی تمہارا محتاج نہیں ہے اور اس کی کائنات انسانوں سے بھری پڑی ہے وہ اگر چاہے گا تو اپنے کلمۂ حق کی خدمت کیلئے درختوں کو چلا دے گا، پہاڑوں کو متحرک کر دے گا، کنکروں اور خاک کے ذروں کے اندر سے صدائیں اٹھنے لگیں گی، پردہ فاسق اور نافرمان انسانوں سے کبھی کام نہ لے گا اور اپنے پاک کام کی عزت کو ناپاکوں کی گندگی سے کبھی آلودہ نہ ہونے دے گا اور پھر تم مانو یا نہ مانو مگر میں نے سچ مچ دیکھا کہ جب تمہارے اندر سے اس کی پکار کا جواب نہ ملا تو دوسروں کو پیار اور محبت کے ہاتھوں سے اشارہ کر رہا ہے۔

''اے مسلمانو! تم میں سے جو شخص دین حق کی راہ سے پھر جائے سو اسے یقین کرنا چاہیئے کہ خدا اپنے کلمۂ حق کے لئے اس کا محتاج نہیں ہے قریب ہے کہ وہ ایک قوم نمایاں کر دے جو اللہ کو چاہنے والی ہو گی اور اللہ اسے پیار کرے گا وہ مومنوں کے آگے نہایت عاجز و نرم ہوں گے لیکن دشمنانِ حق کے آگے نہایت مغرور و سرکش، اللہ کی راہ میں بے خوف مجاہد ہوں گے اور کسی الزام دینے والے کے الزام کی پرواہ نہ کریں گے، یہ اللہ کا بڑا فضل ہے جس کو چاہے چن لے، وہ بڑا ہی فضل و کرم والا ہے۔

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کی دستیاب مطبوعات

☆ ہماری دعوت
☆ قرآنی اصول معاشیات ---- مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی
☆ فرد اور اجتماعیت ---- // // //
☆ اخلاق و معاشیات کا باہمی ربط ---- // // //
☆ غلبہ دین اور عبادات ---- چوہدری افضل حق مرحوم
☆ ثنائے خداوندی ---- // // //
☆ شعوری ثقافت ---- مولانا شوکت اللہ انصاری
☆ عبادت و خلافت ---- مولانا قاری محمد طیب قاسمی
☆ دینی تمدن کی تشکیل نو ---- // // //
☆ انسان اور نفسیاتی عوامل ---- مولانا محمد تقی امینی
☆ اجتماعی مسائل کا ولی اللہی حل ---- جناب محمد مقبول عالم (مرحوم)
☆ ولی اللہی نظام فکر ---- مفتی عبدالخالق آزاد
☆ مولانا محمد الیاس دہلوی کا تصور دین ---- مفتی سعید الرحمٰن
☆ دین وحدت ---- مولانا سید سلیمان ندوی
☆ ولی اللہی تحریک ---- مولانا سید محمد میاں ؒ
☆ ولی اللہی جماعت کا انقلابی کردار ---- مفتی عبدالخالق آزاد
☆ دین اور حکومت ---- مولانا سید سلیمان ندوی ؒ
☆ جہاد کیا ہے ---- // // //
☆ امام شاہ عبدالعزیز ؒ (افکار و خدمات) ---- مولانا سید محمد میاں ؒ
☆ اسلام کے اقتصادی نظام کا تقابلی جائزہ ---- مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی
☆ جدوجہد اور نوجوان ---- شیخ الہند مولانا محمود الحسن ؒ
☆ دین حق اور برصغیر کا سامراجی نظام تعلیم ---- مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ

ملنے کا پتہ: (۱) پی او بکس نمبر 363 جی پی او ملتان
(۲) مقصود حسن عزیز پبلی کیشنز 56 میکلوڈ روڈ لاہور